Majallah-yi Talim o Tahqiq
مجلہ تعلیم و تحقیق
Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem, Sector H-15, Islamabad, Pakistan
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان
ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363
Issue 2,Vol ,8 , April–June ,2026
شمارہ۲، جلد۸، اپریل–جون، ۲۰۲۶

کتاب الحج (صحیح بخاری) کے ضمن میں علامہ ابنِ بطال پر علامہ سعیدی کے استدراکات-ایک مطالعہ

A Study of ʿAllāmah Ghulam Rasool Saʿīdī's Critical Annotations on ʿAllāmah Ibn e Battal in the Light of Kitāb al-Hajj of Ṣaḥīḥ al-Bukhārī

Hafiz Muhammad Kashif
Doctoral candidate, Department of Usooluddin, University of Karachi
786kashif2015@gmail.com
Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi
dratifrao@uok.edu.pk

ABSTRACT

The scholarly tradition of Ḥadīth commentary has developed through a continuous process of interpretation, critical evaluation, comparison, and refinement, in which later scholars have examined and reassessed the arguments of earlier authorities. This study focuses on the *istidrākāt* (critical observations, corrections, and supplementary remarks) made by ʿAllāmah Ghulām Rasūl Saʿīdī concerning the views of ʿAllāmah Ibn Baṭṭāl in the context of *Kitāb al-Ḥajj* of *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. The study is significant because Ibn Baṭṭāl's *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* represents one of the earliest comprehensive commentaries on *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, while Saʿīdī, through his *Niʿmat al-Bārī*, critically engages with a wide range of classical interpretations and juristic arguments. The research problem arises from the need to systematically identify, examine, and evaluate the instances in which Saʿīdī differs from, supplements, or corrects Ibn Baṭṭāl's interpretations within *Kitāb al-Ḥajj*, particularly where differences emerge in the understanding of textual evidence, juristic reasoning, and the application of analogy. The study specifically examines Saʿīdī's critical observations concerning the requirement of Wuḍūʾ for Ṭawāf, the ruling regarding entry into Makkah without Iḥrām, the requirement of a Maḥram for women undertaking Ḥajj, and the legal rulings related to menstruation during the performance of Ḥajj. The research adopts a qualitative and critical methodology. Relevant passages from Ibn Baṭṭāl's *Sharḥ* and Saʿīdī's *Niʿmat al-Bārī* are identified, presented in their appropriate contexts, and compared with one another. The study demonstrates that Saʿīdī's *istidrākāt* are not merely isolated disagreements but reflect a systematic effort to reassess classical interpretations through textual, juristic, and analytical reasoning. The research is important in highlighting Saʿīdī's contribution to contemporary Ḥadīth commentary and in demonstrating the continuing relevance of critical engagement with the classical commentarial heritage. It also provides a clearer understanding of the methodological relationship between Ibn Baṭṭāl and Saʿīdī and contributes to the study of the interaction between Ḥadīth interpretation and Islamic jurisprudence.

Keywords: ʿAllāmah Ghulām Rasūl Saʿīdī; ʿAllāmah Ibn Baṭṭāl; *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*; *Kitāb al-Ḥajj*; *Niʿmat al-Bārī*; *Istidrākāt*; Ḥadīth Commentary.

تمہید:

علمِ حدیث کی تشریح و توضیح کی علمی روایت مسلسل تفہیم، تنقیدی جائزے، تقابل اور علمی تنقیح کے عمل سے فروغ پاتی رہی ہے، جس میں ہر دور کے اہلِ علم نے سابقہ ائمہ و شارحین کی آرا کا از سرِ نو مطالعہ اور تجزیہ کیا۔ زیرِ نظر تحقیق میں صحیح البخاری کی کتاب الحج کے ضمن میں علامہ غلام رسول سعیدی کے علامہ ابن بطال پر استدراکات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ تحقیق ان مقامات پر مرکوز ہے جہاں علامہ سعیدی نے علامہ ابن بطال کے فقہی استنباط، قیاسی استدلال اور نصوص کی تشریحات سے اختلاف کیا، ان کی تکمیل کی یا ان پر علمی گرفت کی ہے، اسی کو استدراک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس موضوع کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ علامہ ابن بطال کی شرح بخاری، صحیح البخاری کی اولین جامع شروحات میں شمار ہوتی ہے، جبکہ علامہ سعیدی نے اپنی معروف تصنیف نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری میں متعدد متقدمین شارحین کی آرا کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیتے ہوئے ان سے علمی تعامل کیا ہے۔ تحقیق کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کتاب الحج کے ضمن میں علامہ سعیدی کے ان استدراکات کو، جن میں وہ علامہ ابن بطال کی آرا سے اختلاف یا ان کی تکمیل کرتے ہیں، ایک منظم اور مستقل تحقیقی زاویے سے پرکھنا ہے، بالخصوص ان مقامات پر جہاں نصوص کے فہم، فقہی استدلال اور قیاس کے اطلاق کے حوالے سے دونوں اہلِ علم کے مناہج میں فرق نمایاں ہے۔ تحقیق کے لیے توصیفی اور تنقیدی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ دونوں شروحات کے متعلقہ مقامات کی تعیین کے بعد انہیں ان کے اصل سیاق و سباق میں پیش کیا گیا اور دونوں علماء کے استدلال کا باہمی تقابل کیا گیا ہے۔ وہیں علامہ سعیدی کے تسامحات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ یہ مطالعہ علمِ حدیث کی معاصر شرح و توضیح میں علامہ سعیدی کی علمی خدمات کو نمایاں کرنے کے ساتھ ساتھ قدیم شروح کے ساتھ ان کے علمی تعامل کی نوعیت کو سمجھنے میں بھی معاون ہے مزید یہ کہ حدیث کی تشریح اور فقہی استنباط کے باہمی تعلق کے مطالعے میں ایک مفید علمی اضافہ ثابت ہوگا۔

(1) بغیر وضو طواف کے حکم میں فقہاء کا اختلاف اور امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت:

بغیر وضو طواف کے حوالے سے ابن بطال کا موقف یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک طواف بغیر طہارت صحیح نہیں، جیسے نماز بغیر طہارت صحیح نہیں ہوتی جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک طہارت طواف کے لیے شرطِ فرض نہیں، اگر کسی نے بغیر وضو طواف کیا اور اعادہ ممکن ہو تو اعادہ کرے، ورنہ دم سے جبران کرے۔ نیز ابن بطال نے حدیث: "الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَبَاحَ فِيهِ الْمَنْطِقَ، فَمَنْ نَطَقَ فِيهِ فَلَا يَنْطِقْ إِلَّا بِخَيْرٍ"[1] سے استدلال کیا کہ طواف حکم کے اعتبار سے نماز کی مانند ہے سوائے کلام کے جواز کے لہٰذا باقی احکام (طہارت وغیرہ) بھی نماز ہی کی طرح ہوں گے۔ وہ لکھتے ہیں:

> واتفق جمهور العلماء على أنه لا يجزئ بغير طهارة كالصلاة، وخالف ذلك أبو حنيفة فقال: إن طاف بغير طهارة، فإن أمكنه إعادة الطواف أعاده، وإن رجع إلى بلاده جبره بالدم[2] ... واختلفوا فيمن انتقض وضوءه وهو فى الطواف، فقال عطاء ومالك: يتوضأ ويستأنف الطواف، قال مالك: وهو بخلاف السعى بين الصفا والمروة لا يقطع عليه ذلك ما أصابه من انتقاض وضوئه.[3]

جمہور علماء نے اس بات پہ اتفاق کیا ہے کہ طواف بغیر وضو کے جائز نہیں جیسا کہ نماز جائز نہیں امام ابو حنیفہ اس میں اختلاف کرتے ہیں انہوں نے کہا اگر بغیر وضو طواف کرلے تو اگر اس کو طواف کا اعادہ ممکن ہو تو دوبارہ کرلے اور اگر اپنے شہر واپس لوٹ گیا ہے تو پھر دم کے ساتھ اس کی کمی کو پورا کرے اور علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ وہ شخص جس

کا دوران طواف وضو ٹوٹ جائے تو امام عطاء اور امام مالک کہتے ہیں وضو کر کے نئے سرے سے طواف کرے تو امام مالک نے کہا کہ یہ بات صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے برعکس ہے کہ اس میں وضو ٹوٹ جائے تو سعی میں فرق نہیں آتا۔

اس موقف پر نقد وارد کرتے ہوئے علامہ سعیدی نے یہ استدراک قائم کیا کہ خبرِ واحد سے قطعی فرضیت ثابت نہیں کی جاسکتی، مزید یہ کہ اگر اس حدیث سے طہارت کی فرضیت لازم مان لی جائے تو قرآنی آیت "وَلْيَطَّوَّفُوا"[4] کے اطلاق کو مقید یا منسوخ کرنا لازم آئے گا حالانکہ ظنی دلیل سے قطعی کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ علامہ سعیدی کہتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک طواف کرنے کے لئے وضو کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ اس دلیل سے فرضیت ثابت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت ہو اور لزوم پر اس کی دلالت بھی قطعی ہو۔[5]

نقد و تبصرہ:

ہمارے نزدیک علامہ سعیدی کی بات اصول کے اعتبار سے درست ہے کیونکہ احناف کے ہاں فرض اور واجب میں فرق معتبر ہے اور خبرِ واحد سے زیادہ سے زیادہ وجوب یا اشتراط ثابت ہو سکتا ہے، نہ کہ فرضیتِ قطعی۔ البتہ یہاں حدیث کے استدلال کا ایک اور پہلو بھی قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ آیا یہاں تشبیہ حکم کے اعتبار سے ہے یا ثواب کے اعتبار سے؟

حدیث کا متن یہ ہے:

الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَبَاحَ فِيهِ الْمَنْطِقَ فَمَنْ نَطَقَ فِيهِ فَلَا يَنْطِقْ إِلَّا بِخَيْرٍ۔[6]

بیت اللہ کا طواف نماز ہے سوائے اس کے کہ تم اس میں کلام کر سکتے ہو، لہٰذا جو کلام کرے وہ خیر ہی کی بات کرے۔

اگر اس تشبیہ کو مطلقاً حکم کے اعتبار سے مان لیا جائے تو پھر کلام کرنے کے سوا نماز کے دیگر تمام احکام، طواف پر جاری ہونے چاہییں حالانکہ ایسا نہیں مثلاً نماز میں چلنا ممنوع ہے جبکہ طواف سراسر چلنے کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ کامل مساوات کے لیے نہیں بلکہ کسی خاص جہت میں ہے، جیسے عبادت ہونے، ثواب کے اعتبار سے مشابہت، یا خشوع و آداب کی تاکید میں لہٰذا یہ کہنا کہ طواف ہر حکم میں نماز کی مثل ہے، محلِ نظر ہے کیونکہ مفہومِ حدیث سے ظاہر ہے کہ حدیث کا مقصود طواف کی عظمت اور اس کے آداب کو بیان کرنا ہے، نہ کہ اسے تمام احکام میں نماز کے برابر قرار دینا۔

(2) بغیر احرام مکہ میں داخلہ کے جواز کی دلیل پر علامہ سعیدی کا استدراک:

مکہ مکرمہ حرم ہے اور جمہور علماء کے نزدیک حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے تاہم بعض علماء نے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے کو جائز قرار دیا مسئلہ زیرِ بحث میں علامہ ابن بطال نے ایسے علماء کے ایک استدلال کا ذکر کیا:

واحتج من أجاز دخولها بغير إحرام أن فرض الحج مرة فى الدهر، وكذلك العمرة وهى مرة فى الأبد، فمن أوجب على الداخل مكة إحرامًا فقد أوجب عليه ما أوجبه الله.[7]

اور جس نے مکہ میں بغیر احرام داخل ہونے کو جائز قرار دیا اس نے اس بات سے دلیل پکڑی کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار ہے جس نے مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام کو لازم کیا تو اس نے اس پر ایسی چیز کو لازم کیا جو اللہ پاک نے لازم کی ہے۔

علامہ سعیدی نے اس استدلال پر نقد وارد کرتے ہوئے اسے غیر صحیح قرار دیا اور علمی ربط کے ساتھ یہ استدراک قائم کیا:

حضرت علی کو بعد میں براءت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ معاہدہ توڑنے کا اعلان یا تو خود صاحب معاہدہ کرے گا یا اس کے اہل بیت میں سے کوئی مرد کرے گا، نبی کریم ﷺ نے ان سے جو معاہدہ حدیبیہ کیا تھا ان کی عہد شکنی کی وجہ سے وہ معاہدہ توڑ دیا داس کا اعلان آپ خود کرتے یا آپ کا کوئی قریبی عزیز کرتا۔[8]

نقد و تبصرہ:

ابن بطال نے بعض اہلِ علم کا یہ موقف نقل کیا کہ چونکہ حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اور اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار ہے، اس لیے ہر مرتبہ مکہ میں داخل ہونے پر احرام لازم قرار دینا اللہ کے واجب کرنے کی طرح از خود ایک امر کو واجب کرنا ہے جو کہ درست نہیں۔ علامہ سعیدی نے اس پر نقد وارد کیا کہ یہ وجوب دلیل نقلی سے ثابت ہے محض عقل سے نہیں۔ ہمارے نزدیک علامہ سعیدی کا یہ نقد بجا ہے کیونکہ حج و عمرہ کے تکرار کا مشروع ہونا نصوصِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَلْحَجُّ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً قَالَ: «بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ».[9]

ابن عباس سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال ہے یا ایک مرتبہ؟ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ، اور جو اس سے زیادہ کرے وہ نفل ہے۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ.[10]

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حجِ مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نفلی حج اور عمرہ زندگی میں بار بار کیا جا سکتا ہے اور یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ بغیر احرام حج و عمرہ کرنا صحیح نہیں ہے تو ہر مرتبہ مکہ میں داخل ہوتے ہوئے احرام باندھنا ہو گا اور یہ وجوب عقل سے نہیں بلکہ نقل سے ثابت ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِيْ، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ.[11]

اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم قرار دیا مجھ سے پہلے اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے اس کی حرمت زائل نہیں ہو گی اور میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت اجازت دی گئی۔

نبی کریم ﷺ کے قول مذکور کی تشریح میں علامہ برہان الدین المحیط البرہانی میں لکھتے ہیں:

المراد من قوله: «أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ»دخول مكة من غير احرام [12]

اس قول سے مراد بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا ہے۔

لہٰذا ابن بطال کا یہ کہنا درست نہیں کہ احرام لازم کرنے والا از خود ایک چیز کو واجب کر رہا ہے بلکہ یہ وجوب تو حدیث سے ظاہر ہے۔ تاہم علامہ سعیدی کو یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے تھی کہ ابن بطال نے یہ دلیل اپنی طرف سے قائم نہیں کی بلکہ بعض لوگوں کا قول نقل کیا ہے۔ اس لیے زیادہ مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ بعض لوگوں کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے، نہ کہ اسے براہِ راست ابن بطال کی ذاتی رائے قرار دیا جائے۔

(3) عورت کے بغیر محرم سفرِ حج کے جواز کا استدلال، علامہ عینی کا جواب اور علامہ سعیدی کا استدراک:

صحیح بخاری کے "باب حج النساء" کے تحت حدیثِ ابن عباس میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ لَاتُسَافِرُ المَرَأَةُ اِلَّامَعَ ذِی مَحْرَمٍ[13] (عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے)۔ اس حدیث کے عموم سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے کہ عورت محرم کے بغیر کوئی سفر نہیں کر سکتی، چاہے وہ حج کے لیے ہو یا کسی اور غرض سے۔ چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

عموم اللفظ يتناول عموم السفر فيقتضى ان يحرم سفرها بدون ذى محرم معهاسواء كان سفرها قليلا او كثيرا للحج او لغيره۔[14]

حدیث کے الفاظ کا عموم سفر کے عموم کو شامل ہے لہذا بغیر محرم کے عورت کوئی سفر نہیں کر سکتی خواہ سفر تھوڑا ہو یا زیادہ حج کے لیے ہو یا غیر حج کے لیے۔

ابن بطال نے فقہاء احناف کا یہ موقف بیان کرنے کے بعد قرآنی آیت "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ"[15] کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے احناف پر اعتراض قائم کیا ہے:

وقال ابو حنيفة و اصحابه لاتحج المرأة الا مع ذى محرم وهو قول أحمد واسحاق وابى ثور حملوانهيه على العموم فى كل سفر وحمله مالک وجمهور الفقهاء على الخصوص وان المراد بالنهى الأسفار غير الواجبة عليها بعموم قوله تعالىٰ ولله على الناس حج البيت فدخلت المرأة فى عموم هذا الخطاب ولزمها فرض الحج۔[16]

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا عورت محرم کے بغیر حج کے لیے نہیں جا سکتی اور یہی قول امام احمد، اسحاق اور ابو ثور کا بھی ہے۔ ان حضرات نے محرم کے بغیر عورت کے سفر سے متعلق ممانعت کو عام رکھا ہے یعنی ہر قسم کے سفر پر محمول کیا ہے جبکہ امام مالک اور جمہور فقہاء نے اس نہی کو (خاص) غیر واجب اسفار پر محمول کیا اور آیتِ کریمہ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے) سے اس کے عموم سے استدلال کیا کہ عورت بھی اس خطاب میں داخل ہے، اس لیے اس پر حج لازم ہے۔

اس موقف پر نقد وارد کرتے ہوئے علامہ سعیدی نے بیان کیا:

ابن بطال کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں حج مطلق فرض نہیں کیا گیا بلکہ بہ شرط استطاعت حج کو فرض کیا گیا ہے اور عورت کو سفر حج کی یہ استطاعت تب حاصل ہو گی جب اس کے ساتھ سفر میں اس کا شوہر یا محرم ہو گا۔[17]

نقد و تبصرہ:

علامہ سعیدی کے نقد کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں حج کو مطلقاً فرض نہیں کیا گیا بلکہ شرطِ استطاعت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ مکمل آیت اس طرح ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً۔[18]

اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

اور عورت کی استطاعت اسی وقت مکمل ہو گی جب اس کے ساتھ شوہر یا محرم موجود ہو۔

ہمارے نزدیک علامہ سعیدی کا موقف قوی ہے کیونکہ عورت کے سفر کے بارے میں صریح احادیث موجود ہیں جن میں محرم کی شرط کو بیان کیا گیا ہے بلکہ خود صحیح بخاری کی اسی حدیث میں اس امر پر واضح دلیل موجود ہے کہ جب ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں جبکہ میری بیوی حج کا ارادہ رکھتی ہے تو نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا:

أُخْرُجْ مَعَهَا۔[19]

تم اس کے ساتھ جاؤ۔

اگر عورت کے لیے سفر حج بغیر محرم درست ہوتا تو نبی کریم ﷺ اسے جہاد کو چھوڑ کر بیوی کے ساتھ جانے کا نہ فرماتے۔ اس سلسلہ میں مزید صریح احادیث میں سے ایک حدیث یہ ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺقال:لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِأَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ۔[20]

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ تین راتوں کی مسافت کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

اسی طرح ابن عباس سے روایت ہے:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ۔[21]

کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے گئی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے محرم کے بغیر سفر کی اجازت نہیں اور یہ شرطِ استطاعت میں داخل ہے۔اس لیے آیتِ حج کو مطلق لے کر محرم کی شرط کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔

(4)سفرِ حج کو نماز اور روزے پر قیاس کرنے کے موقف کا ابطال اور علامہ سعیدی کا نقد:

گزشتہ سے پیوستہ بحث میں ابن بطال نے ایک قیاس کا سہارا لیا کہ عورت کو فرائض سے نہیں روکا جاسکتا جیسے اسے نماز اور روزے سے نہیں روکا جاتا، اسی طرح حج سے بھی نہیں روکا جائے گا گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب نماز اور روزہ بغیر کسی محرم کی شرط کے ادا کیے جاتے ہیں تو حج میں بھی محرم کی شرط نہ لگائی جائے۔

ولا يجوز ان تمنع المرأة من الفروض كما لاتمنع من الصلاة۔[22]

اور یہ جائز نہیں کہ عورت کو فرائض سے روکا جائے جس طرح اس کو نماز سے روکا نہیں جاسکتا۔

علامہ سعیدی نے اس پر نقد کرتے ہوئے کہا:

یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے روزے کا ذکر تو انہوں نے عبث کیا کیونکہ روزے رکھنے کے لئے سفر نہیں کرنا پڑتا البتہ نماز کے لیے عورتوں کو مساجد جانا پڑتا ہے اور عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے لیکن مساجد گھروں کے ساتھ اور گھروں کے قریب ہوتی ہیں ان کے لیے سفر شرعی نہیں کرنا پڑتا۔[23]

نقد و تبصرہ:

علامہ سعیدی نے ایک تو ابن بطال کی اس بحث میں روزے کا ذکر کرنے کو بجاطور پر بے فائدہ قرار دیا دوسرا نماز اور حج کا فرق بیان کیا جس پر مزید یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عورت کو نماز کے لیے مسجد جانا تو در کنار گھر میں بھی ایسے مقام پر نماز پڑھنے کا حکم ملا ہے جس میں وہ زیادہ سے زیادہ تنہائی میں ہو چنانچہ حدیث میں ہے:

عَنِ النَبِيِّ ﷺقَال:صَلَاةُ المَرأَةِ فِي بَيتِهَا أَفْضَلُ مِن صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَاوَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِن صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا۔[24]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت کی نماز اس کے گھر میں اس کے حجرے سے بہتر ہے اور اس کے مخدع (زیادہ اندرونی کمرے) میں اس کی نماز اس کے عام گھر سے بہتر ہے۔

اسی طرح ام حمید سے روایت ہے:

عَنْ أُمِّ حُمَيْدٍ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ،إِنَّا نُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ فَيَمْنَعُنَا أَزْوَاجُنَافَقَالَ رَسُولُ اللهِ "صَلَاتُكُنَّ فِي بُيُوْتِكُنَّ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكُنَّ فِي دُوَرِكُنَّ وَصَلَاتُكُنَّ فِيْ دُوَرِكُنَّ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكُنَّ فِيْ مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ ۔[25]

امّ حمید نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہیں لیکن ہمارے شوہر ہمیں روکتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری نماز تمہارے گھروں میں، تمہارے صحنوں سے بہتر ہے اور تمہارے صحنوں میں تمہاری نماز مسجدِ جماعت سے بہتر ہے۔

ہمارے نزدیک ایک بات یہ بھی ہے کہ علامہ سعیدی نے اپنے نقد میں لکھا: عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایاہے۔یہ بات بنیادی طور پر اگرچہ درست ہے لیکن اس کے بعد انہوں نے مساجد کے گھروں سے قریب ہونے کے پہلو کو نمایاں کیااس کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی اگر نمایاں کرتے کہ عورتوں کے لیے گھروں میں نماز پڑھناافضل ہے جیساکہ مؤخر الذکر حدیث سے صاف ظاہر ہے تواس سے ان کے نقد کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا۔

مزید برآں علامہ سعیدی کے ابن بطال پر کیے گئے نقد کے درست ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابن بطال نے یہاں قیاس ایسے مسئلے میں کیاہے جس میں صریح احادیث موجود ہیں کیوں کہ صحیح احادیث میں عورت کے سفر کے بارے میں محرم کی شرط آئی ہے تواسے نماز وروزے پر قیاس کرنا درست نہیں۔اس لیے یہ قیاس، نصوصِ صحیحہ کے مقابلے میں قابل قبول نہیں۔

(5)سفرِ حج کو سفرِ ہجرت پر قیاس کرنے کی خامی کی نشاندہی اور علامہ سعیدی کا استدراک:

مسئلہ سابقہ سے متصل بحث میں ابن بطال نے مزید ایک قیاس کرتے ہوئے عورت کے لیے بغیر محرم سفر حج میں جانے کا جواز تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح کوئی عورت مسلمان ہو تواس کے لیے بغیر محرم دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا ہوتا ہے تواسی طرح بغیر محرم حج کرنا بھی اس کے لیے جائز ہوگا۔

ألا ترى أن عليها أن تهاجر من دار الكفر إلى دار الإسلام إذا أسلمت فيه بغير محرم، وكذلك كل واجب عليها أن تخرج فيه، فثبت بهذا أن نهيه عليه السلام أن تسافر المرأة مع غير ذى محرم أنه أراد بذلك سفرا غير واجب عليها۔[26]

کیاآپ نہیں دیکھتے کہ وہ عورت جو دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرے جب اس میں وہ مسلمان ہو جائے بغیر محرم کے تواسی طرح ہر واجب اس پر ہے کہ وہ اس میں نکل سکتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ منع کرنا کہ عورت محرم کے علاوہ کسی کے ساتھ سفر نہ کرے تو یہ اس سے مراد واجب سفر کے علاوہ دیگر سفر ہیں۔

علامہ سعیدی نے اس قیاس پر نقد وارد کیاہے کہ یہ دو الگ الگ صورتیں ہیں کیونکہ سفر ہجرت میں اضطرار ہوتا ہے جبکہ سفر حج میں اختیار ہوتا ہے ۔چنانچہ لکھا:

دار الکفر سے دار الایمان کی طرف جو سفر کرے گی وہ اضطرار کی صورت ہے کیونکہ دار الکفر میں اس کو اپنے ایمان اور اپنی عزت اور آبرو کا خطرہ ہے اور بعض صورتوں میں اپنی جان کا بھی خطرہ ہوتاہے اور حج تو وسعت اور اختیار کی صورت میں کیاجاتاہے لہذاسفر حج کو سفر ہجرت پر قیاس نہیں کیاجاسکتا۔[27]

نقد و تبصرہ:

علامہ سعیدی نے ابن بطال کے مذکورہ قیاس پر بالکل درست نقد وارد کیاہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں حالت اضطرار کے احکام جداگانہ ہیں چنانچہ قرآن مجید میں مردار کی حرمت کے ذکر کے بعد فرمایا گیا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔[28]

جو مجبور ہو جائے نہ خواہش سے کھائے اور نہ ہی ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

تو سفر ہجرت جیساکہ علامہ سعیدی نے واضح کیاایک اضطرار اور مجبوری کی حالت کو ظاہر کرتاہے جب کہ سفر حج میں تو اختیار اور استطاعت و وسعت ہے کیونکہ اس کے حوالے قرآن مجید میں فرضیت حج کو استطاعت کی شرط سے مشروط کیاگیاہے۔[29]

اس سے پہلے اس کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے بہر حال جب دونوں سفر الگ الگ حالت پر مشتمل ہیں تو ان کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا اصول کے مطابق درست نہیں۔

(6) مرد کی جانب سے عورت کو فرض حج سے روکنے کے دعوے کا جائزہ اور علامہ سعیدی کا استدراک:

ابن بطال نے یہ مسئلہ ذکر کیاہے کہ عورت مرد (شوہر) کی اجازت کے بغیر فرض حج پر جاسکتی ہے یا نہیں۔اس سلسلہ میں انہوں نے فقہاء کے مختلف اقوال تو نقل کیے ہیں، تاہم اس حوالے سے کوئی شرعی دلائل ذکر نہیں کیے۔

واتفق الفقهاء أن ليس للرجل منع زوجته حجة الفريضةتخرج للحج بغير إذنه وللشافعی قول أنها لا تخرج إلا بإذنه وأصح قوليه ما وافق فيه سائر العلماء وقد أجمعوا أنه لا يمنعها من صلاة ولا من صيام فكذلك الحج۔[30]

اور فقہاءاس پر متفق ہیں کہ آدمی کو اپنی بیوی کو فرض حج سے روکنے کی اجازت نہیں ہے وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر حج پہ جاسکتی ہے اور امام شافعی کا ایک قول ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتی اور ان کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول وہ ہے جس میں باقی علماء نے ان کی موافقت کی ہے اور انہوں نے اس پر اتفاق کیاہے کہ شوہر اپنی بیوی کو نماز سے نہیں روک سکتا اور روزوں سے بھی اسی طرح حج سے بھی نہیں روک سکتا۔

علامہ سعیدی نے اس بات کی نشاندہی کی کہ ابن بطال نے ان باتوں پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور اس بلا دلیل دعوے پر گرفت کرتے ہوئے تفصیلی بحث کرنے کے بجائے تبصرے سے گریز کیاہے۔وہ لکھتے ہیں:

ابن بطال نے یہ جو کچھ لکھاہے یہ ان کے محض دعاوی ہیں انہوں نے ان دعاوی پر قرآن و سنت سے کوئی دلائل قائم نہیں کیے، اس لیے ہم ان پر تبصرہ سے گریز کرتے ہیں۔[31]

نقد و تبصرہ:

اس مقام پر علامہ سعیدی نے ابن بطال پر تبصرہ کرنے سے گریز کیا راقم کی رائے میں بھی یہ کوئی ایسی بحث نہیں جس کو طول دیا جائے کیونکہ ہم بھی یہ نہیں کہتے مرد، عورت کو فرض حج کی ادیگی سے روک سکتاہے بلکہ ہمارا موقف صرف اتناہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر حج کے لیے نہیں جاسکتی کیوں کہ محرم کی رفاقت میسر نہ ہونے کی صورت میں استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے ابھی حج اس پر فرض ہی نہیں لہذا جب فرضیت حج اس کے حق میں متحقق ہی نہیں ہوئی تو اس کے حج کو دیگر فرائض پر قیاس کرنا بنتا ہی نہیں۔

(7)حائضہ سے نماز ساقط ہونے کی علت پر مستحاضہ کے قیاس کا رد اور علامہ سعیدی کا استدراک:

ابن بطال نے مہلب کے حوالے سے لکھا ہے کہ مریض اگرچہ بالکل بے بس نہ ہو لیکن روزہ باعثِ مشقت اور خوف ہو تو وہ چھوڑ سکتا ہے، اسی طرح حائضہ عورت بھی بالکل اس قدر کمزور نہیں ہو جاتی کہ روزہ رکھ ہی نہ سکے، لیکن چونکہ خون بہنے سے طبعی کمزوری اور مشقت پیدا ہوتی ہے اس لیے شریعت نے عمومی طور پر سب عورتوں کے لیے یہ رخصت دے دی۔

قال المهلب :هذا الحديث اصل لترک الحائض الصوم والصلاة و فيه من الفقه ان للمريض ترک الصيام وان كان فيه بعض القوة إذا كان يدخل عليه المشقة والخوف الا ترى ان الحائض ليست تضعف عن الصيام ضعفا واحدا، وانما يشق عليهابعض المشقة من اجل نزف دمها وضعف النفس عند خروج الدم معلوم ذلک من عادة اليسير فغلبت على كل النساء۔[32]

اور مہلب نے کہا یہ حدیث حیض والی عورت کے روزے اور نماز کو چھوڑنے کی بنیاد ہے اور اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ مریض کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہو گی اگرچہ اس میں کچھ قوت موجود ہو جبکہ اس کو اس سے مشقت لاحق ہو اور خوف ہو کیا اپ نے نہیں دیکھتے کہ حیض والی عورت روزہ رکھنے سے بالکل کمزور نہیں ہو جاتی اس پر وہ کچھ مشقت ہوتی ہے اس کے خون کے بہنے کی وجہ سے اور اس کا کمزور پڑنا خون کے نکلنے کے وقت یہ طے شدہ ہے معلوم ہے جو تھوڑی سی عمل کے ساتھ تو یہ عورتوں میں غالب آ گیا۔

علامہ عینی نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر خون کے بہنے اور کمزوری کی وجہ سے نماز معاف کی گئی ہے تو مستحاضہ کا خون تو حائضہ سے زیادہ ہوتا ہے، پھر اس سے نماز کیوں معاف نہیں؟۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

مستحاضہ کا خون تو حائضہ سے زیادہ نکلتا ہے حالانکہ اس کو اسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔[33]

ابن بطال کے دفاع میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

استحاضہ کا وقوع حیض کی نسبت بہت کم ہوتا ہے اور یہ توجیہ اس اعتبار سے بیان کی گئی ہے کہ حیض کے زمانہ کی قضاء نمازیں روزوں کی قضاء سے بہت زیادہ ہیں، اس لیے زمانہ حیض کی صرف نمازوں کا ساقط کر کے عورت کو رخصت مہیا کی گئی ہے ۔[34]

نقد و تبصرہ:

ہمارے نزدیک علامہ سعیدی کی یہ توجیہ حکم کے اعتبار سے درست ہے کہ حیض کے دنوں میں نمازوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں معاف کیا گیا لیکن علامہ عینی کا اصل اعتراض یہ تھا کہ جب علت خون کی کثرت اور کمزوری کو قرار دیا جائے تو مستحاضہ پر بھی یہی حکم ہونا چاہیے کیونکہ اس کا تو خون حائضہ سے زیادہ بہتا ہے۔ علامہ سعیدی نے اس نکتے کا براہِ راست جواب نہیں دیا۔ مزید یہ کہ اس مقام پر علامہ عینی کی عبارت "فان المستحاضه فى نزف الدم اشد من الحائض وقد ابيح لها الصوم"[35] کے ترجمہ میں علامہ سعیدی سے سہوِ کتابت ہو گیا ہے کیونکہ "الصوم" کا معنی نماز لکھا گیا، روزہ لکھنا چاہیے تھا۔

علامہ عینی کا یہ کہنا کہ "مستحاضہ کا خون، حائضہ سے زیادہ ہوتا ہے" یہ بھی ہر حال میں درست نہیں کیونکہ حیض اور استحاضہ کی کیفیت ہر عورت میں مختلف ہوتی ہے۔ بعض اوقات حیض کا خون زیادہ اور بعض اوقات استحاضہ کا کم ہوتا ہے۔ اس لیے صرف خون کی مقدار کو علت بنا لینا درست نہیں ہے۔ اصل فرق یہ ہے کہ حیض ایک طبعی اور مخصوص حالت ہے جس پر شریعت نے خاص احکام مرتب کیے ہیں جبکہ استحاضہ بیماری کے حکم میں ہے، اس لیے دونوں کے احکام جدا جدا رکھے گئے ہیں۔

خلاصہ کلام:

کتاب الحج"(صحیح بخاری) کے ضمن میں ابن بطال کی شرح پر علامہ سعیدی کے استدراکات کے مطالعہ کے بعد درج ذیل اہم نتائج سامنے آتے ہیں:

- علامہ سعیدی فقہی مسائل کے استنباط میں محض عقلی قیاس کے بجائے نصوصِ شرعیہ (قرآن وسنت) کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر مکہ میں بغیر احرام داخلے کے جواز پر ابن بطال کے عقلی استدلال کو رد کرتے ہوئے انہوں نے صریح احادیث سے ثابت کیا کہ تکرارِ حج وعمرہ مشروع ہے اور احرام کی پابندی نصوص سے ثابت ہے۔ اسی طرح عورت کے بغیر محرم کے سفرِ حج کے مسئلے میں انہوں نے قرآنی آیت کے عمومی اطلاق کے بجائے صریح احادیث کی روشنی میں استطاعت کو محرم کی موجودگی سے مشروط قرار دیا ہے۔
- علامہ سعیدی نے ان مقامات پر سخت علمی گرفت کی ہے جہاں ابن بطال نے دو مختلف حالتوں کو ایک دوسرے پر قیاس کیا ہے۔ مثلاً عورت کے محرم کے بغیر سفرِ حج کو نماز و روزے پر قیاس کرنا سراسر باطل ہے کیونکہ نماز و روزے میں سفر شرعی نہیں کرنا پڑتا۔ اسی طرح حج کو سفرِ ہجرت پر قیاس کرنے کو بھی انہوں نے قیاس مع الفارق قرار دیا کیونکہ ہجرت ایک حالتِ اضطرار ہے جبکہ حج اختیار اور وسعت کی حالت میں کیا جاتا ہے۔
- علامہ سعیدی کے استدراکات میں اصولِ فقہ، بالخصوص اصولِ احناف کا گہرا فہم نظر آتا ہے۔ بغیر وضو طواف کے مسئلے میں انہوں نے واضح کیا کہ خبرِ واحد سے فرضیتِ قطعی ثابت نہیں کی جاسکتی، جس سے احناف کے ہاں فرض اور واجب کے درمیان اصولی فرق نمایاں ہوتا ہے۔
- علامہ سعیدی محض اقوال کو بغیر دلیل کے تسلیم کرنے کے حامی نہیں۔ مرد کے اپنی بیوی کو فرض حج سے روکنے کے مسئلے میں ابن بطال کے بیان کردہ فقہی دعووں پر انہوں نے یہ کہہ کر تبصرے سے گریز کیا کہ ان پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔
- حائضہ اور مستحاضہ کے احکام میں فرق کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ سعیدی نے ثابت کیا کہ وہ محض ناقل نہیں بلکہ احکام کی روح کو مدنظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ شریعت نے حیض کے زمانے میں عورت کی نمازیں اس لیے ساقط کیں تاکہ نمازوں کی کثرت کی وجہ سے قضاء میں مشقت نہ ہو جبکہ استحاضہ کا وقوع کم ہوتا ہے۔
- علامہ سعیدی کا اسلوب "نعمۃ الباری/نعم الباری فی شرح صحیح البخاری" میں محض شارحانہ نہیں بلکہ محققانہ اور ناقدانہ ہے۔ انہوں نے سابقہ شروحات پر اعتمادِ محض کرنے کے بجائے علمی دیانت، نصوص کی پاسداری اور فقہی اصولوں کی کسوٹی پر ان کا جائزہ لیا ہے، جس سے علمِ حدیث اور فقہِ اسلامی کے ذخیرے میں ایک گرانقدر تحقیقی اضافہ ہوا ہے۔
- بعض مقامات پر علامہ سعیدی سے سہو کتابت یا تسامح بھی ہوا ہے جیسا کہ ایک استدراک کے ضمن میں انہوں نے الصوم کا معنی نماز لکھ دیا حالانکہ اس کا معنی روزہ ہونا چاہیے۔

---

[1] عبدالرحمن بن الفضل دارمی، **سنن**، باب الکلام فی الطواف، رقم: 1889

[2] ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی، **شرح ابن بطال**، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط2، 2015، ج4، ص320

[3] ایضاً، ص321

[4] القرآن، سوره الحج:29

[5] علامہ غلام رسول سعیدی، **نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری**، فرید بک سٹال، لاہور، ط3، 2013، ج4، ص95

[6] دارمی، **سنن**، باب الکلام فی الطواف، رقم: 1889

[7] ابن بطال، **شرح ابن بطال**، ج4، ص519

[8]سعیدی، **نعمۃ الباری**، ج4، ص284

[9]ابو داودسلیمان بن اشعث، **السنن**، باب فرض الحج، رقم:1721

[10]ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، باب وجوب العمرۃ و فضلھا، رقم: 1773

[11]بخاری، **الجامع الصحیح**، باب لاینفر صید الحرم، رقم:1833

[12]برہان الدین ابن مازہ، **المحیط البرہانی**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط1، 2004، ج2، ص435

[13]بخاری، **الجامع الصحیح**، باب حج النساء، رقم:1862

[14]بدر الدین عینی، **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری**، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ط1، 2012، ج10، ص114

[15]القرآن، سورہ آل عمران:97

[16]ایضاً

[17]سعیدی، **نعمۃ الباری**، ج4، ص305

[18]القرآن، سورہ آل عمران:97

[19]بخاری، **الجامع الصحیح**، باب حج النساء، رقم:1862

[20]مسلم بن حجاج قشیری، **الجامع الصحیح**، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج و غیرہ، رقم: 1338

[21]احمد بن حنبل، **مسندالامام احمدبن حنبل**، مسندعبداللہ بن عباس، رقم: 1934

[22]ابن بطال، **شرح ابن بطال**، ج4، ص480

[23]سعیدی، **نعمۃ الباری**، ج4، ص305

[24]ابو داؤد، **سنن**، باب التشدید فی ذلک، رقم: 570

[25]احمد بن الحسین بیہقی، **السنن الکبری**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2003ء، رقم:5371

[26]ابن بطال، **شرح ابن بطال**، ج4، ص480

[27]سعیدی، **نعمۃ الباری** ج4، ص306

[28]القرآن، سورہ البقرہ:173

[29]القرآن، سورہ آل عمران:97

[30]ابن بطال، **شرح ابن بطال**، ج4، ص480

[31]سعیدی، **نعمۃ الباری**، ج4، ص306

[32]ابن بطال، **شرح ابن بطال**، ج4، ص481

[33]عینی، **عمدۃ القاری**، ج10، ص424

[34]سعیدی، **نعمۃ الباری**، ج4، ص459

[35]عینی، **عمدۃ القاری**، ج10، ص424